# مولانا شبیر احمد عثمانیؒ: سوانحی خاکہ

محمد منیر خاور

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا شمار دارالعلوم دیو بند کے ان جید علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ بمطابق ۱۸۸۵ء کو بجنور (یو۔پی) کے مقام پر ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا فضل الرحمٰن عثمانی نے جو صوبائی محکمہ تعلیم میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے' آپ کا نام فضل اللہ رکھا۔ آپ چونکہ ۱۰ر محرم کو پیدا ہوئے تھے اسی نسبت سے گھر والے انہیں شبیر احمد کے نام سے پکارنے لگے!۔ بعد میں یہی نام آپکی ذات کا تاریخی حصہ بن گیا۔ آپ کا سلسلہ نسب تینتالیسویں پشت میں حضرت عثمان غنیؓ سے جا ملتا ہے۔

مولانا عثمانی نے دارالعلوم دیو بند سے متعدد اساتذہ کرام سے مختلف علوم میں تعلیم حاصل کی۔ ان اساتذہ کرام میں شیخ الہند مولانا محمود حسن (جو کہ آپ کے رشتہ دار بھی تھے)' مولانا منصوری الانصاری' حافظ محمد عظیم' منشی منظور احمد' مولانا محمد یاسین' مولانا برکت اللہ بھوپالی اور مولانا عبیداللہ سندھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ نے علوم عربیہ و تصوف اپنے مرشد شیخ الہند' فارسی مولانا محمد یاسین اور حساب مولانا منظور احمد سے سیکھے۔ آپ نے زمانہ طالب علمی کے ہر درجہ میں امتیاز حاصل کیا۔

۱۹۰۸ء میں دیو بند سے دستار فضیلت حاصل ہونے کے بعد آپ دہلی کی مشہور عربی درسگاہ فتح پوری میں استاد مقرر ہو گئے۔ یہاں سے دو سال کی معلمی کے بعد انہیں دیو بند بلا لیا گیا اور مسلم شریف کا درس دینے پر مامور کیا گیا۔ آپ نے فتح الملہم کے نام سے عربی میں مسلم شریف کی شرح تالیف کی جو پانچ پانچ سو صفحات کی تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ نواب آف حیدر آباد میر عثمان علی خان نے ان کی اس تالیف کو سرکاری طور پر طبع کرایا۔ شیخ الہند اپنے وصال کی وجہ سے جو تفسیر قرآن مکمل نہ کر سکے تھے اسے مولانا نے فوائد القرآن کے نام سے مکمل کیا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حکومت افغانستان نے فوائد القرآن کا پشتو ترجمہ سرکاری طور پر شائع کرایا۔ آپ کی دیگر مشہور تصانیف

میں اعجاز القرآن، الشہاب الثاقب، العقل والنقل فی الاسلام اور الہدیۃ السنیہ شامل ہیں۔

آپ نے ۱۹۲۸ء میں انور شاہ کشمیری کے ساتھ مل کر ضلع سورت کے مقام پر ڈابھیل میں جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ انور شاہ کشمیری کی وفات کے بعد آپ کو شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ آپ دارالعلوم دیو بند کے مہتمم ہونے کے علاوہ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۶ء تک جمعیت کی مجلس عاملہ کے رکن بھی رہے۔ آپ کی علمی، مذہبی و سیاسی خدمات کے اعتراف کے طور پر طبقہ علماء انہیں شیخ التفسیر اور شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرتا ہے۔

جنگ بلقان (۱۹۱۲ء) کے دوران دارالعلوم دیو بند کے اساتذہ اور طلباء نے ترکوں کی امداد کیلئے ہلال احمر کے نام سے جو انجمن قائم کی تھی اس میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ اس سلسلے میں تقریباً ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں کے دورے کئے اور ہزاروں روپے جمع کر کے ترکی بھجوائے۔ سلطنت عثمانیہ سے متعلق مولانا کا خیال یہ تھا کہ مسلمانان عالم کا احیاء اور اقتدار سلطنت عثمانیہ کی بقا میں مضمر ہے۔ آپ کی رائے یہ تھی کہ اگر سلطنت ترکیہ باقی نہیں رہتی تو مسلمانوں کی مرکزیت کا خاتمہ ہو جائے گا[۲]۔ اس سے قبل آپ شیخ الہند کی تحریک پر قائم ہونے والی ایک انقلابی انجمن "انصار الاسلام" کے پلیٹ فارم سے "الاسلام" نامی مقالہ لکھ کر علمی حلقوں میں اپنا باقاعدہ تعارف کروا چکے تھے۔ ازاں بعد آپ نے تحریک خلافت کے دوران شیخ الہند کے ہمراہ تمام ہندوستان کے دورے کئے اور بڑے بڑے اجتماعات میں انگریزی استعمار کے خلاف تقریریں کیں۔ ایک موقع پر آپ نے کہا:

> جس قوم نے عراق، شام، فلسطین، تھریس، ایشیائے کوچک اور قسطنطنیہ کے لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ تمام دنیا کی مقدس ترین مساجد کو خلیفۃ المسلمین کے ہاتھوں سے چھینا اور اس چھیننے کیلئے جو جنگ کی گئی اس کو صلیبی جنگوں سے تعبیر کیا۔ مکہ اور مدینے پر اسلام کے ایسے باغی کی حکومت قائم کرائی جس کے حکم سے اس خانہ خدا اور آرام گاہ مصطفیٰ ﷺ کی بے حرمتی ہوئی اور جس حرم امن سے ایک ادنیٰ جانور کا پکڑنا بھی گناہ ہے وہاں سے بہت سے غریب الوطن پرستاران خدا کو گرفتار کیا گیا۔ بلکہ ابھی تک اس قوم کی ہوس ملک گیری اور درندگی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اس کی توپیں ابھی تک دجلہ اور فرات کے دہانوں پر خاموش نہیں ہوئیں۔ اگر واقعی ہندوستان کے مسلمان سمجھ رہے ہیں کہ ایسی قوم ہماری جان اور مال کی حفاظت کرے گی اس لئے

ہمیں اس کے مقابلے پر کچھ ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت نہیں، تو میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام کی حقیقت اور اس مضبوط رشتہ اتحاد و اخوت سے محض جاہل یا غافل ہیں[۳]۔

سچے مجاہد اسلام کی طرح آپ نے کبھی بھی اسلامی شعائر کی حرمت سے متعلق مصلحت سے کام نہ لیا اور حکیمانہ انداز سے اس کی حرمت کا دفاع کرتے رہے۔ ہندو مسلم اتحاد کی خاطر گاؤ کشی کو مصلحتاً ترک کرنے کا مسئلہ ہو یا ترک موالات کی بجائے اسمبلیوں میں ہندوستانیوں کی شرکت کی تجویز، ہر دو مواقع پر آپ نے اس قدر مدلل انداز میں بحث کی کہ مخالفین کو اپنے حق میں کر لیا۔ ایک مرتبہ جب ڈاکٹر انصاری، مولانا محمد علی جوہر اور حکیم اجمل خان نے ذبیحہ گاؤ کے مسئلے پر بات کی تو آپ نے کہا کہ آج مصلحت کی خاطر آپ ذبیحہ گاؤ چھوڑ دیجئے تو کل ہندو خواہش کرے گا کہ آپ مسجد میں اذان دینا بھی چھوڑ دیں[۴]۔ ترک موالات کے حق میں دلائل دیتے ہوئے ایک موقع پر آپ نے کہا کہ بلا شبہ ترک موالات کا حکم ایک دائمی اور عام حکم ہے لیکن اس قوم کے مقابلے میں وہ زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے جس نے اعلانیہ مسلمانوں پر چڑھائی کی اور ان کو ان کی بستیوں سے نکالا اور ان کے نکالنے میں مدد دی۔ ایسے ظالموں کے ساتھ کسی نرمی اور بھلائی کی اجازت نہیں[۵]۔ درحقیقت مولانا عثمانی کے ان جرات مندانہ بیانات کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی سیاسی سرگرمیوں کا باقاعدہ آغاز تحریک خلافت سے ہوا۔ یوں وہ عوام کے سامنے آئے اور ان کی تحریروں اور تقریروں نے مسلم عوام سے نہ صرف داد تحسین حاصل کی بلکہ ان میں ایک نئی روح پھونک دی۔ حجاز پر جب شریف مکہ کی بجائے ابن سعود کا قبضہ ہو گیا تو جمعیت العلماء ہند نے ان کو مؤتمر اسلامی منعقد کرنے کا مشورہ دیا تاکہ وہاں اسلامی نظام حکومت قائم کیا جائے۔ چنانچہ سلطان ابن سعود نے ایک مؤتمر اسلامی ۱۹۲۷ء میں منعقد کی۔ آپ نے ہندوستانی علماء کے نمائندے کی حیثیت سے متاثر کن تقریریں کیں جن کا سلطان ابن سعود پر خاطر خواہ اثر ہوا۔

اکتوبر ۱۹۴۵ء میں یعنی اپنی علالت کے بعد کانگرس اور مسلم لیگ کی کشمکش کے سخت دور میں میدان میں نکلے اور مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ اگرچہ اس سے قبل بھی آپ مسلم لیگ اور تجویز پاکستان کی طرف مائل تھے۔ مولانا راغب احسن کی کوششوں سے کلکتہ میں بننے والی جماعت، جمعیت العلماء اسلام کے پہلے اجلاس منعقدہ ۲۴ تا ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کے موقع پر آپ نے اپنے پیغام میں دو قومی

نظریہ کی ان الفاظ میں وضاحت کی، کہ ہندوستان میں جو سیاسی کشمکش اس وقت ہے میرے نزدیک اس سلسلے میں سب سے زیادہ قابل تنفر اور اشتعال انگیز جھوٹ بلکہ اہانت آمیز دیدہ دلیری یہ ہے کہ یہاں کے دس کروڑ فرزندان اسلام کی مستقل قومیت سے انکار کر دیا جائے[۶]۔ "شرعی حیثیت سے خصوصاً اور سیاسی حیثیت سے عموماً مسلم لیگ کی گاڑی جہاں رکتی نظر آئی اس کو مولانا شبیر احمد عثمانی نے آگے رواں دواں کیا[۷]۔ آپ نے مسلم لیگ کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت مسلمانوں کو حصول پاکستان کی خاطر مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں حدود شرعیہ کی رعایت کے ساتھ حصہ لینا چاہئے۔ میں یہ گمان کرتا ہوں کہ اگر مسلم لیگ اس وقت ناکام ہو گئی تو شاید مدت دراز تک مسلمانوں کو اس ملک میں پنپنے کا موقع نہ مل سکے گا۔ اس لئے وقت کی ضرورت ہے کہ مسلمان مسلم لیگ کے بازو مضبوط کریں اور ساتھ ہی مسلمان عوام ہر قدم پر مختلف عنوانوں سے یہ ظاہر کرتے رہیں کہ ہم نے زعمائے لیگ کا ساتھ اپنے دین اور اپنی اصلی قومیت کی حفاظت کیلئے دیا ہے[۸]۔

مولانا عثمانی کے ان واضح اعلانات سے ان لوگوں کا یہ پروپیگنڈہ ماند پڑ گیا جو یہ کہتے تھے کہ مسلم لیگ کو مذہبی حلقے کی حمائت حاصل نہیں ہے۔ کانگرسی نواز پروپیگنڈے کا توڑ کرتے ہوئے ایک اور موقع پر مولانا عثمانی نے کہا کہ مسلم لیگ کلمہ گو مسلمانوں کی جماعت ہے۔ اس میں ہزار عیب سہی، تاہم غیر مسلم قوموں کی نسبت تو وہ ہم سے قریب تر اور مفید تر ہے۔ اگر مسلم لیگ ناکام ہو گئی تو قوی اندیشہ ہے کہ ایک سچا اصول ہی شاید ہمیشہ کیلئے دفن ہو جائے اور مسلمانوں کے قومی و سیاسی استقلال کی آواز فضائے ہندوستان میں پھر کبھی سنائی نہ دے[۹]۔

جمعیت العلماء ہند کی خواہش پر ہونے والی وہ طویل گفتگو جسے مکالمۃ الصدرین[۱۰] کے نام سے پکارا جاتا ہے، میں جمعیت العلماء ہند کے راہنماؤں کے اشکالات کا جواب دیتے ہوئے مولانا عثمانی نے کہا کہ میں نے جو رائے پاکستان کے متعلق قائم کی ہے وہ بالکل خلوص پر مبنی ہے۔ جمعیت علماء اسلام قائم رہے یا نہ رہے، میری رائے جب بھی یہی رہے گی کہ مسلمانوں کیلئے پاکستان مفید ہے۔ مسلمانوں کو ایک مرکز اور ایک پلیٹ فارم پر ہونا چاہئے اور علماء ملت کو اس کی پشت پناہی اور اصلاح میں جدوجہد کرنی چاہئے[۱۱]۔

۱۹۴۵ء کے الیکشن جو کہ واضح طور پر مطالبہ پاکستان کی بنیاد پر لڑے جا رہے تھے، بہت اہمیت کے

حامل تھے۔ مولانا نے حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے ۲۶ دسمبر ۱۹۴۵ء کو دیو بند کے ایک جلسہ میں کہا کہ عرصہ دراز کی کاوشوں اور غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر حصول پاکستان کیلئے میرے خون کی ضرورت ہو تو میں اس راہ میں اپنا خون دینا باعث افتخار سمجھوں گا اور اس سے ہر گز دریغ نہ کروں گا' اس ملک میں ملت اسلامیہ کا وجود و بقا اور مسلمانوں کی باعزت زندگی قیام پاکستان سے وابستہ ہے"[۲]۔ مرکزی اور صوبائی انتخابات کی کامیابی کیلئے مولانا نے بہت سے بڑے و چھوٹے شہروں کے دورے کئے۔ ان کی مخلصانہ کوششوں سے مسلم لیگ کو مرکزی و صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ ۱۱ جون ۱۹۴۶ء کو جب مولانا عثمانی نے قائداعظم کو پاکستان کی جنگ جیتنے پر مبارک باد پیش کی تو جواباً قائداعظم نے مولانا کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا: مولانا یہ مبارک باد آپ کو ہے کہ آپ کی ہی کوششوں سے یہ کامیابی ہوئی ہے"[۳]۔

قائداعظم کی قیادت میں پاکستان مسلم لیگ کی مشکل یہ تھی کہ مسلمانوں کی متعدد جماعتیں بلاواسطہ اور بالواسطہ طور پر اس کی مخالف تھیں جن میں مجلس احرار' جمعیت العلماء ہند' جماعت اسلامی' نیشنلسٹ کانفرنس اور خدائی خدمت گار شامل تھے۔ ادھر کانگرس ہائی کمان نے بھی مسلم لیگ کی مخالفت کا شعبہ مولانا ابوالکلام آزاد کے سپرد کر رکھا تھا جنہوں نے تمام مسلم لیگ مخالف جماعتوں سے اپیل کی کہ وہ منظم ہو کر' ایک وجود بن کر' ڈٹ کر مسلم لیگ کا مقابلہ کریں"[۴]۔ اس اپیل کے نتیجے میں مسلم لیگ اور قائداعظمؒ کی ذات پر رکیک حملے کئے گئے۔ جمعیت العلماء ہند اور دیگر مسلم جماعتوں کے راہنماؤں اور کارکنان کے ان حملوں کا توڑ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ' مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا مفتی محمد شفیع نے بطریق احسن کیا۔ ان کی اس مساعی جمیلہ کا نتیجہ تاریخ نے ہمیشہ کیلئے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا کہ تن تنہا مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور دوسری مسلم جماعتیں ناکام و نامراد ہوئیں۔ دوسری طرف ہندو راہنما ہندوستان میں رام راج قائم کرنے کے منصوبے بنائے ہوئے تھے۔ بعد ازاں جن کا واضح ثبوت ریڈ کلف ایوارڈ کا ریفرنڈم' حیدر آباد کا سقوط اور جونا گڑھ پر غاصبانہ قبضے کی صورت میں سامنے آیا۔ انہی مذموم مقاصد کی تکمیل کی خاطر آخری حربے کے طور پر سلہٹ اور صوبہ سرحد میں جو کہ مسلم اکثریت کے علاقے تھے' ریفرنڈم کرانے کا ہتھکنڈہ استعمال کیا گیا۔ قائداعظمؒ اس ریفرنڈم کے بارے میں بہت متفکر تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اس ریفرنڈم میں ناکامی اور کامیابی پاکستان کے وجود

کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا ان مخصوص حالات کے پیش نظر قائداعظم نے سلہٹ میں مولانا ظفر احمد عثمانی اور صوبہ سرحد میں ریفرنڈم لڑنے کی ذمہ داری مولانا شبیر احمد عثمانی کو سونپی۔ اس ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی نے کانگرسی پروپیگنڈے کا توڑ کرنے کی غرض سے شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ پھر کر مسلم عوام کو مسلم لیگ کی حمایت کرنے پر آمادہ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ بالاخر ان کی کوششوں کے نتیجے میں مسلم لیگ کو صوبہ سرحد اور صوبہ سلہٹ کے ریفرنڈم میں بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل ہوئی اور یوں اس تاریخی اور شاندار فتح نے قائداعظم کے مشن کی تکمیل کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جشن پاکستان منایا جانے لگا تو قائداعظم نے پاکستان کی پرچم کشائی کا اعزاز مولانا شبیر احمد عثمانی کو بخشا۔ قیام پاکستان کے بعد ضرورت اس امر کی تھی کہ علماء کی ایک ایسی مجلس قائم ہو جو اسلامی آئین کی روشنی میں مجلس دستور ساز کیلئے ایک لائحہ عمل مرتب کرے۔ اس اہم کام کیلئے تحریک پاکستان کے آخری دنوں میں "مجلس العلماء" کے نام سے لاہور میں علماء کی جو جماعت قائم ہو چکی تھی اس نے اسلامی آئین کی تدوین کے بارے میں مولانا شبیر احمد عثمانی کو ایک خط لکھا جس میں ان سے تعاون کی درخواست کی گئی تھی۔ آپ نے اس خط کے جواب میں لکھا:

> اکابر مسلم لیگ کے وہ اعلانات جو گذشتہ الیکشن کے دوران میں پاکستان میں اسلامی و قرآنی نظام قائم کرنے کے متعلق کئے گئے تھے، میں اپنی خاص و عام مجالس اور تحریر و تقریر میں برابر دہراتا رہا ہوں۔ ۹ جون ۱۹۴۷ء کی آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے موقعہ پر ایک وفد کی معیت میں میری جو گفتگو اس سیاق میں جناح صاحب سے ہوئی، اس میں موصوف نے ہم کو یقین دلایا تھا کہ پاکستانی دستور ساز اسمبلی کے قیام کے بعد کوئی کمیٹی علماء کی بنائی جائے گی، جو مجوزہ دستور کی شرعی نقطہ نظر سے جانچ کرے گی۔ چونکہ میرا انتخاب دستور ساز اسمبلی کیلئے بھی ہو چکا ہے، میرا عزم صمیم ہے کہ وہاں پہنچ کر اپنی استطاعت کے حد تک اس سلسلہ میں پوری قوت کے ساتھ آواز بلند کروں۔[۱۵]

پاکستان بننے کے تقریباً چھ ماہ بعد شبیر احمد عثمانی کے مشورے سے مسلمانوں کی ایک جماعت نے یہ فیصلہ کیا کہ پاکستان کا دستور کتاب و سنت کے اصول پر بنانے کیلئے ایک خاکہ مرتب کیا جائے جو

ممبران اسمبلی کے سامنے رکھا جا سکے اور اس کی روشنی میں دستور مرتب کرانے کی کوشش کی جا سکے۔ اس اہم کام کیلئے مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا ڈاکٹر حمید اللہ کا نام تجویز کیا گیا۔ وسط ۱۹۴۸ء میں اس کمیٹی نے کام شروع کیا اور تقریبا تین ماہ کے عرصہ میں ایک مختصر سا خاکہ تیار کر لیا۔ قائداعظم کی رحلت کے بعد ارباب اقتدار نے اسلامی آئین کے نفاذ سے متعلق حیلہ سازیوں سے کام لیتے ہوئے جب تاخیری حربے اختیار کرنا شروع کئے تو مولانا عثمانی نے صدائے احتجاج بلند کی۔ حتیٰ کہ ایک موقع پر آپ دستور ساز اسمبلی سے مستعفی ہونے پر تیار ہو گئے۔ آخر کار ۱۲ر مارچ ۱۹۴۹ء کو علامہ عثمانی تاریخی قرار داد مقاصد منظور کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ قرار داد مقاصد پاس ہو جانے کے بعد اب بنیادی اصولوں پر غور کرنے کا کام جاری تھا کہ اچانک مولانا عثمانی کی طبیعت خراب ہو گئی۔ ڈاکٹروں کے مشورہ کے مطابق آپ نے تقریبات میں حصہ لینا بند کر دیا۔ ناسازی صحت کے زمانے میں ریاست بہاولپور کے وزیر تعلیم کی درخواست پر جامعہ عباسیہ موجودہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کی اعلیٰ پیمانہ پر تنظیم کرنے کی غرض سے آپ نے اس کا سرپرست بننا قبول کر لیا۔ ۹ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو آپ بہاولپور چلے گئے۔ بہاولپور جا کر آپ کی طبیعت اور زیادہ خراب ہو گئی اور یوں آپ ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء بمطابق ۱۲ر صفر ۱۳۶۹ھ بروز منگل مخدوم زادہ حسن محمود کے مکان پر انتقال کر گئے۔ آپ کا جسد خاکی بہاولپور سے کراچی لے جایا گیا اور آپ کی نماز جنازہ اگلے روز آپ کے شاگرد مفتی محمد شفیع نے پڑھائی۔ آپ کو اسلامیہ کالج کراچی کے احاطے میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

## حوالہ جات


۱۔ مولانا محمد حسین ہزاروی، روزنامہ جنگ، راولپنڈی، ۱۱ جنوری ۱۹۸۷ء

۲۔ پروفیسر محمد انوار الحسن شیرکوٹی (مرتبہ)، خطبات عثمانی، لاہور، ۱۱۔۱۲

۳۔ ایضاً، ۳۲۔۳۲۔۳۳

۴۔ عبدالواحد سجاد، تحریک پاکستان کا ایک نامور مجاہد، روزنامہ جنگ، راولپنڈی، ۱۱ جنوری ۱۹۸۷ء

۵۔ پروفیسر محمد انوار الحسن شیر کوٹی، بحوالہ سابقہ، ۴۰

۶۔ عبدالواحد سجاد، بحوالہ سابقہ

۷۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، روز نامہ مشرق، لاہور، ۱۲ دسمبر ۱۹۸۷ء

۸۔ پروفیسر محمد انوار الحسن شیر کوٹی، بحوالہ سابقہ، ۷۷

۹۔ منشی عبدالرحمٰن خان، تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ملتان، ۱۹۵۶ء، ۱۳۹

۱۰۔ یکم دسمبر ۱۹۴۵ء کو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی، ناظم اعلیٰ جمعیت العلماء ہند دہلی عیادت کی غرض سے مولانا شبیر احمد عثمانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سیاسی معاملات پر گفتگو کی خواہش ظاہر کی۔ جواباً علامہ عثمانی نے کہا کہ میں ہر وقت حاضر ہوں۔ لہٰذا اس ملاقات کے نتیجے میں ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء بروز جمعہ ساڑھے آٹھ بجے مولانا کے مکان پر مندرجہ ذیل افراد گفتگو میں شریک ہوئے: مولانا حسین احمد مدنی صدر جمعیت العلماء ہند، مولانا مفتی محمد کفایت اللہ سابق صدر جمعیت العلماء ہند، مولانا احمد سعید سابق ناظم اعلیٰ جمعیت العلماء ہند، مولانا حفظ الرحمٰن ناظم اعلیٰ جمعیت العلماء ہند، مولانا عبدالحلیم صدیقی، مولانا عبدالحنان، مولانا کے بھائی مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی۔ کہا جاتا ہے کہ جمعیت العلماء ہند کے ان ذمہ دار حضرات کا خیال تھا کہ وہ علامہ عثمانی کو اپنے نقطہ نظر سے متاثر کر کے مسلم لیگ کی حمایت سے باز رکھ سکیں گے۔ حوالہ کے لئے دیکھئے منشی عبدالرحمٰن خان، بحوالہ سابقہ، صفحہ ۱۳۷

۱۱۔ منشی عبدالرحمٰن خان، بحوالہ سابقہ، ۱۳۸

۱۲۔ ایضاً، ۱۴۰

۱۳۔ ایضاً، ۱۵۳

۱۴۔ ایضاً، ۱۴۶

۱۵۔ حیات شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، فیض الا نبالوی و شفیق صدیقی، لاہور، ت۔ن، ۴۹۔۵۰